Nov, Dec, 1976
انوار الصوفیہ
قصور
بیادگار اعلیٰ حضرت امیر ملت مولانا الحاج
پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث
علی پوری
نگران اعلیٰ حضرت مولانا الحاج جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے ،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے

پروفیسر محمد عاطف
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی

شیخ معزالدین فاؤنڈیشن لاہور
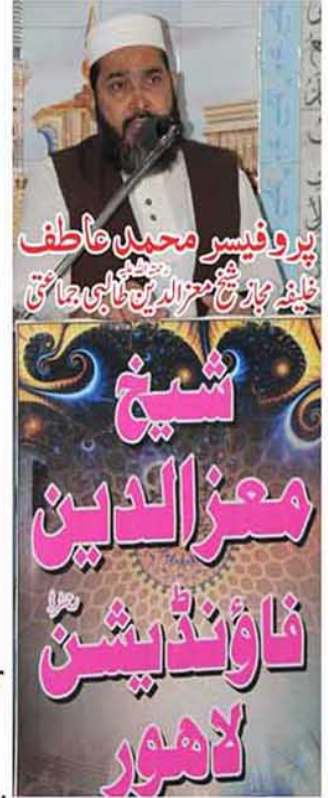
1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

زیر سرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
بطفیلِ عاطفت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین
شاہ صاحب علیہ الرحمت
بنظرِ عنایت حضرت مولانا الحاج پیر سید
حیدر حسین شاہ صاحب

جلد ۸ | نومبر دسمبر ۱۹۷۶ء | شمارہ ۳/۴

ایڈیٹر
حضرت علامہ ابوالضیاء مولانا
غلام رسول گوہر

ترتیب

بدل اشتراک

سالانہ دس روپے
سرپرست حضرات سے سو روپے
معاونین سے پچاس روپے
فی پرچہ ایک روپیہ

چوکھٹے میں سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے
گوہر

ایڈیٹر و پبلشر: مولانا غلام رسول گوہر
مطبع: لاہور آرٹ پریس لاہور
کتابت: خوشخطی کالج چوک اردو بازار لاہور
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خان قصور

نامِ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

از

راجا رشید محمود ایم اے
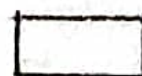
آرزوئے دید میں آخر اثر اتنا تو ہو
روضۂ سرور پہ جا پہنچے بشر، اتنا تو ہو

سرنگوں ہوں اُن کے آگے کج کلاہانِ جہاں
شاہِ دیں کے خادموں کا کرّوفر اتنا تو ہو

ذکر جب محبوب کا آئے زبانِ شوق پر
آستیں اشکِ ندامت سے ہو تر، اتنا تو ہو

نزع کی حالت میں میرے لب پہ ہو نامِ حضور
مجھ سے خاطی کی دعاؤں میں اثر اتنا تو ہو

زندگی رستے میں گر گذرے تو گذرے شوق سے
روضۂ اقدس ہو مقصودِ سفر اتنا تو ہو

ہے یہی میری تمنّا ہے یہی ہے دل کی مراد
سرورِ کونین سے کامل جائے ور، اتنا تو ہو

آپ کے در پر پہنچنے کی سعادت ہو نصیب
ہم کو ہونا پڑنہ جائے دربدر، اتنا تو ہو

اور تو فردِ عمل کی بات کیا، جو ہے سو ہے
دیکھ لیں گے سرورِ کونین، ڈر اتنا تو ہو

نوعِ انساں سے محبت اور عشقِ مصطفےٰ
اور تو محمود کیا کرنا ہے، پر اتنا تو ہو

از قلم مدیر مسئول

ہمارے واعظین اور نعت خوان حضرات

> **عوام** کو چاہیئے کہ وہ ہوش میں آئیں اور حق اور ناحق کی پہچان کریں

آج کل ہمارے کئی واعظین اور نعت خوان جنکی شہرت اور آواز کا ڈنکہ خوب بج رہا ہے۔ اور جن کی سحر بیانی اور خطابت وفصاحت اور بلاغت سے سننے والے مسحور اور بے قابو ہوجاتے ہیں۔ اور فلک شگاف نعروں سے ان کی خوبی وکمال کی داد دیتے ہیں۔ اور ان کی خوش بیانی اور نغمہ سرائی پر لوگ سر دھنتے ہیں۔ وہ شیعیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ہزاروں کے مجمع میں واقعہ کربلا، فضائل حسنین کریمین اور فضائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تذکرہ محاسن بتول بنتِ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا پر اس انداز سے گفتگو کرتے ہیں کہ گویا ان کے مقابل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کوئی مقام اور کوئی وقار نہیں۔

اور طرفہ یہ کہ مذکورۃ الصدر حضرات کے فضائل میں ان اقوال وروایات اور احادیث سے استشہاد واستناد کرتے ہیں جن کے ناقل یا راوی شیعہ ہیں۔ علمائے اہل سنت والجماعت کی مؤلفات سے دانستہ انحراف کرتے ہیں۔ حالانکہ فضائل اہل بیت سے وہ پُر ہیں۔ اس سے کہ جس جھوٹی محبت کا وہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اہل سنت والجماعت کے اقوال اور ان کے روایت کردہ احادیث اس کے لئے ناکافی ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی کتابوں اور حدیثوں سے یہ بات کیسے ثابت ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ السلام کے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ حضرت عائشہؓ نے برملا فرمایا کہ حضرت علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حالانکہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کو مردوں سے کون محبوب ہے؟ آپؓ نے فرمایا ابوبکر صدیقؓ۔

بھلا یہ روایت کتب اہل سنت سے کیسے پائی جاسکتی ہے کہ حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کے

نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ میں تم سے
افضل ہوں۔ آپ نے حیران ہو کر فرمایا بیٹا یہ
کیسے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بتائیں کہ میرے باپ
جیسا آپ کا باپ ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کتنا افترا ہے
ہمارے بعض نعت خوانوں کو نعت خوانی کے
دوران وعظ کہنے کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ لاہور کے
[illegible] مشہور نعت خواں نے ایک مجلس میں
نعت خوانی کرتے ہوئے تقریر شروع کر دی
[illegible] کی تقریر کا اقتباس ہے۔ میرا ایک مشہور
قول ہے۔ جسکو علی پور شریف کے سب حضرات
جانتے ہیں۔ کہ

جب نعت خوان بوڑھا
ہو جاتا ہے تو وہ مولنا صاحب
بن جاتا ہے اور وعظ
سے دل خوش کرتا ہے
اور
جب مولوی بوڑھا ہو جاتا
ہے تو وہ حضرت صاحب
بن جاتا ہے۔

آج بہت سے خطیب اور واعظ ایسے
ہیں جو نعت خوان سے مولنا صاحب
بنے ہیں۔ اور بہت سے حضرات اور مشائخ
[illegible] ہیں جو کبھی کسی زمانہ میں مولنا صاحب
تھے۔ آج لاہور کا ایک نعت خوان نعت خوانی
کرتے ہوتے اچانک جب اسکو دورہ پڑتا ہے
تو نعت خوانی کا لبادہ اتار کر، مولویت کا روپ
اختیار کرتا ہے اور خوب وعظ کرتا ہے۔ اور
جو حقیقی علماء ہیں ان کا مذاق اڑاتا ہوا کہتا ہے
کہ فلاں بات میں میرے ساتھ مناظرہ کر لیں۔ میرے
پاس بہت کتابیں ہیں۔ اگر ان مولویوں کو پانچ
سو حدیثیں یاد ہیں تو کیا ہوا ڈھائی سو تو میں
بھی جانتا ہوں۔ اسی دوران میں اس نے یہ
بھی کہا کہ میں سولہ سال گمراہ رہا ہوں۔ اور اب
سات سال ہوتے ہیں کہ میں حق پر آیا ہوں۔
مطلب اس کا یہ ہے کہ میں پہلے سنی تھا، اور
اب شیعہ ہوں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے نعت خوانوں
کو ہدایت دے کہ وہ نعت خوانی ہی کریں۔ اپنے
منصب کا وقار قائم رکھیں اور مولنا صاحب بننے
کا شوق نہ کریں۔ یہ بڑی کٹھن منزل ہے

یہ تو تذکرہ تھا ایک نعت خوان کا۔ اب
سنیئے ایک مولنا صاحب کی بات۔ ان کے نام
کے ساتھ اشتہاروں میں علامہ بھی لکھا ہوا
ہوتا ہے۔ وہ اپنے وعظ میں اس انداز سے بولتے
ہیں کہ ایک ناقد یا صاحب بصیرت بڑی آسانی
سے یہ سمجھتا ہے کہ بزرگان دین کا مذاق اڑا
رہے ہیں۔

ان کا وعظ اکثر اس بات پر شامل

ہوتا ہے کہ جو بات وہ کرتے ہیں براہِ راست رب سے پوچھ کر کرتے ہیں۔ اور رات دن رب سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اس سے ان کو فرصت کم ملتی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں، میں نے رب کو کہا، ربا یہ بات جو تو نے کہی ہے اس کا کیا مطلب ہے تو رب کبھی تو بتا دیتا ہے اور کبھی انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے میرے محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھ لے مثلاً اس نے اقیموا الصلوٰۃ کی آیت پڑھی اور کہا۔ میں نے رب کو کہا نماز کس طرح قائم کریں رب نے کہا میں نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں نے کہا جمعہ کس طرح پڑھیں، اس نے کہا میں نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں نے کہا تراویاں کس طرح پڑھیں، اس نے پھر وہی جواب دیا، پھر میں نے کہا اگر تو نے بتانا نہیں تھا تو اقیموا الصلوٰۃ کیوں کہا۔ اس نے کہا جا تو میرے محبوب سے پوچھو۔ پتہ نہیں اس مکالمہ پر وقت کتنا صرف ہوا اور یہ باتیں کس زبان میں ہوتی ہیں اور کہاں ہوتیں۔ رب مولوی کے پاس آیا تھا یا مولوی رب کے پاس گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک الخرافات والکفریات۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ ہوش میں آئیں اور علماء دین کو خوب اچھی طرح پہچان لیں۔

وما علینا الا البلاغ

قلمکار ——— راجا رشید محمود ایم اے

احتساب نفس کی ضرورت

اسلامی اقدار اعلیٰ ترین انسانی خصائل و عادات سکھاتی ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے کردار کو دنیا کے سامنے مثال بنا کر پیش کرنا چاہئیے تھا ہم دنیا کی امامت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ہمیں عالم کی اصلاح کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ لیکن ہم اسفل ترین برائیوں میں گھر کر رہ گئے ہیں۔ من حیث القوم ہم میں وہ تمام خصائص و کمالات مفقود ہو چکے ہیں جو ہمارے آقا و مولا فخر موجودات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے باعث ہم میں پیدا ہوتے تھے اور جن کے باعث ہم نے دنیا بھر کو تسخیر کر لیا تھا۔ ہم میں سے جو شخص جس شعبے میں ہے کم سے کم اخلاقی خوبیوں سے متصف ہے۔ حقوق العباد غصب کرنے میں ہم شیر ہیں۔ عبادات و عقائد سے ہم دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اخلاق اور معاشرتی برائیاں ہماری گھٹی میں پڑ گئی ہیں۔ اپنی بہنوں اور ماؤں کو بنا سنوار کر ہم بازاروں اور سڑکوں اور گلی کوچوں میں کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر ہمیں ہیں جو ان پر آوازیں کستے ہیں۔ ان کے ساتھ بدسلوکی کے مرتکب ہوتے ہیں کاروبار میں بددیانتی ہمارا شعار ہے۔ ملاوٹ کرکے اپنے مسلمان بھائیوں کے "قتل عمد" کا ارتکاب ہم کرتے ہیں۔ کم تولتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، ناجائز منافع خوری، سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، چوربازاری کرتے ہیں۔ اور ہم عوام کے جسم و جان کے رشتے کو توڑنے میں ہمہ تن مصروف ہیں تاکہ ملک و قوم کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے۔ دفتروں میں ہم کام نہیں کرتے۔ رشوتیں لیتے ہیں۔ سفارشیں مانتے اور سفارشیں کرتے ہیں۔ اگر ہم مزدور ہیں تو نعرہ بازی کرنا چاہتے ہیں۔ سیاسی لیڈر ہیں تو عوام و خواص کو دھوکا دینا اپنا پرم دھرم سمجھتے ہیں۔ عالم ہیں تو اپنی ذات یا اپنے محدود گروہ اور جماعت کی خیر چاہتے ہوئے قرآن و حدیث میں تحریف تک کر جاتے ہیں۔ تاجر ہیں تو لوگوں کو لوٹ کر کھا جانا چاہتے ہیں۔ حاکم ہیں تو خدا کے خوف سے بے نیاز ہیں۔ محکوم اور عامی ہیں تو دنیا بھر کی خرابیوں کا ذمہ دار حاکموں کو گردانتے ہیں۔ اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے۔

غرضیکہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا۔ کوئی آدمی ذاتیت کا احتساب نہیں کرتا۔ کوئی فرد اپنی اصلاح نہیں کرنا چاہتا، قوم کی اصلاح کے دعویدار سب ہیں۔ جو شخص انفرادی اور اجتماعی سطح پر بے ایمانی اور بددیانتی کرتا ہے، اسے قوم کی خدمت کا روپ دیکر ملمع کرکے اور رخول چڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے، کوئی ہے جو اس صورتِ حال کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے۔ کوئی ہے جو عملاً اپنی اصلاح پر مائل ہو۔

> اگر ہم مسلمان ہیں تو اسلام کی تعلیمات سے گریزاں کیوں ہیں؟ اگر ہم انسان ہیں تو عملاً بنیادی انسانی خصائص ہم کیوں معدوم ہوتے جا رہے ہیں؟ اگر ہم پاکستانی ہیں تو پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں دن رات کیوں مصروف ہیں

ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد اور گروہ دوسرے افراد اور جماعتوں کے خلاف گفتگو کرتا ہے۔ ہر شخص معاشرتی برائیوں پر قلم اٹھاتا ہے۔ نیلن کھولتا ہے۔ ہر آدمی قومی ادبار اور اجتماعی زوال کے اسباب کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مسلمان کی حالتِ زار کا ہر محفل میں چرچا ہوتا ہے۔ ملک وملت کی فلاح، بقا، سالمیت اور استحکام پر مذاکرے ہوتے ہیں۔ کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ان افراد کا تذکرہ ہوتا ہے جو مملکتِ خداداد کی ترقی کی بجائے منفعتوں کے کاروبار میں الجھتے رہتے ہیں۔ مگر کوئی شخص، کوئی ادارہ، کوئی گروہ کوئی جماعت احتسابِ نفس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ ہم دنیا بھر کی برائیوں کا ذکر نمک مرچ چڑھا کر کرتے ہیں۔ مگر نہیں سوچتے کہ ان میں سے کتنی خامیوں اور برائیوں کے ہم خود شکار ہیں۔ ہم میں سے کوئی اس بات پر غور نہیں کرتا کہ جلبِ منفعت کی دوڑ میں ہم خود دن بھر کتنے کام خدا اور رسول کی منشا کے خلاف کرتے ہیں۔ کتنے کاموں سے ہم نے ملک و قوم کے مفاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم زورِ بیان یا زورِ قلم میں جن معاشرتی عوارض کا ذکر تنفر انگیز طریقے سے کرتے ہیں۔ ان میں سے کتنے عوارض خود ہماری جان کا روگ بنے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے گریبان میں منہ تو ڈال کر دیکھیں کہ خود ہمیں اصلاح کی کسقدر ضرورت ہے۔

پاکستان ہمارا پیارا ملک ہے۔ یہ مملکتِ خداداد ہم نے اسلام کی خاطر حاصل کی تھی۔ اس میں اسلامی اقدارِ حیات کو فروغ دینا اور اسلامی نظامِ ریاست کے ذریعے مملکت کا نظام چلانا

تھا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا۔ ہم نے ہر شعبۂ زندگی میں اسلام سے بیگانگی کو شعار بنائے رکھا اور نہ انفرادی، نہ اجتماعی زندگیوں میں اس کے عمل دخل کو گوارہ کیا۔ ہم نے گروہی جماعتی اور ذاتی مفادات کو قومی تقاضوں اور ملکی ضرورتوں پر فوقیت دی۔ ہم نے علاقائی، لسانی جھگڑوں سے ملک کی حسین فضا کو مکدر کر دیا۔ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں دیانت داری محنت اور جانفشانی سے ہمیشہ منہ موڑا۔ ہم نے رشوت، سود، شراب، جوئے، زنا اور دیگر معاشرتی برائیوں کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ہم نے حیا، شرافت، نیکی، اخوت، اور دیگر اچھائیوں سے قطع تعلق کر لیا۔ ہم نے بہتان طرازی، سب و شتم اور استہزاء کو عام زندگیوں میں فروغ دیا۔ ہم نے قتل، اغواء، ڈکیتی، چوری کو سائنٹفک طریقوں پر منظم کیا۔ ہم نے برائیوں کے خلاف جہاد کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہ کیا۔ ہم نے ہر علاقے اور شعبے کو بدکرداری کا اکھاڑہ بنا دیا۔ اب معاشرے میں دولت کے علاوہ کسی قدر حیات کی کوئی عزت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ شرافت سر نہوڑائے کھڑی ہے اور بد معاشی دندناتی پھر رہی ہے۔ سیاست کے گندے کاروبار نے لوگوں کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ پست حرکات عام ہوتی جا رہی ہیں۔ عریانی و فحاشی کا دور دورہ ہے

ایسے میں اسلامی نظام اخلاق کے حامیوں اور محبت کے پیامیوں کا فریضہ اہم ہے۔ سیاست کے لئے قربانیاں دینے والے اور سیاسی مقاصد و مصالح کی خاطر کام کرنے والے ہزاروں ہیں۔ ملک میں سینکڑوں انجمنیں، بیسیوں جماعتیں بڑے بڑے اسلامی اور انقلابی پروگرام رکھتی ہیں۔ ہمارے عزیز، بہادر اور جری طلبۂ اسلام کے خلاف ابھرنے والی ہر آواز کے استیصال کی قوت رکھتے ہیں۔ اور بھی بہت سے فرد اور جماعتیں نیکیوں کی نام لیوا ہیں۔ کیا ان سب کی ذمہ داری نہیں کہ وہ سیاست، تعلیم اور دیگر اہم شعبوں میں اپنے کام کے ساتھ ساتھ قوم کی اخلاقی حالت کو سدھارنے کی طرف بھی توجہ دیں۔

روحانی اقدار کے موجودہ دورِ انحطاط میں لادینی افکار و نظریات کے لئے وقف جرائد و صحائف مخصص ہیں بلکہ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ بھی شد و مد سے لادینیت اور دین بیزاری کی تبلیغ و تشہیر میں مصروف ہیں۔ سوشلزم کی چکا چوند، معاشی بدحالی کی ذبوں کاریاں اور دعوت اسلامی کے ابلاغ میں اخلاص اور تکنیک کے لحاظ کمزوریاں عام مسلمان کے دل سے دین کی محبت کو کم کرنے میں ممد و معاون ہوتی ہیں۔ اور اس طرح خود اسلامی نظاموں کے علمبرداروں کے عزائم مذموم

کے پورا ہونے کی راہ ہموار ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے میں فکری محاذ پر جماعت المسلمین کو تسلسل و تواتر کے ساتھ اسلامی نظام کی سیاسی معاشی اور معاشرتی برکتوں سے آگاہ کرنا ایک مستقل مقصد ہے۔

اسلامی نظریات و عقائد سے نئی نوجوان نسل کو بیگانہ رکھنے کے لئے کوشش جاری ہے اور ملک کے مستقبل کے معماروں کو مغرب کی پھینکی ہوئی ہڈیاں خوانِ نعمت کی اعلیٰ ترین صورت میں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ نوجوان پود کو دین سے بیگانہ کرنے کی سعیٔ نامشکور ہر محاذ پر جاری ہے، جس کے نتیجے میں ممکن ہے ہم نام کے مسلمان رہ جائیں۔ اور بعض لوگ ایک مذہب کے طور پر چند رسومات کی حد تک اسلام سے مانوس بھی رہیں مگر دینِ قیم کے ایک کامل و اکمل نظام ہونے کا تصور ناپید ہونے کا خدشہ جواں ہو رہا ہے۔ چنانچہ مثبت انداز میں اسلامی نظریات و عقائد کی اہمیت واضح کرنا اور لوگوں کو یہ یقین دلانا بہت ضروری ہے کہ اسلام ہی میں دنیائے انسانیت کے ہر دکھ کا علاج ہے۔

جہاں اسلامی عقائد سے بُعد اور لادینیت سے قرب کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ وہاں ان فتنوں کا استیصال زیادہ اہمیت رکھتا ہے، جو غیر اسلامی نظاموں کا نام بھی نہیں لیتے اسلام کے خلاف بھی کوئی راگنی نہیں گاتے مگر ان دونوں مقاصد مذکورہ کے حصول کی خاطر زیادہ مؤثر راہ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی قوم کو بے راہ روی اور گمراہی کی ڈگر پر چلانا چاہتے ہیں۔ اور اخلاقیات کو ہماری قومی زندگی سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ مختلف النوع حربے استعمال کر رہے ہیں۔ اور اپنے ان حیلوں میں کامیاب بھی ہیں۔ خواتین کو بے حیائی کا زیور پہنا کر اور عصمت و عفت کے پردے سے نکال کر سڑکوں اور بازاروں کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ ارزاں جنسی ادب کی فراوانی ہے۔ شہوانیات کو زندگیوں کے مرکز و محور کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ دولت کے لئے مسابقت سے انتہا جرائم جنم لے چکے ہیں۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت ختم ہو گئی ہے۔ ہر کوئی دوسرے کا مال کھا رہا ہے، دھوکا دے رہا ہے۔ بہتان باندھ رہا ہے ...

غرض تمام معاشرتی برائیاں ہم میں سما گئی ہیں۔ ایسے میں ہم جب تک احتسابِ نفس نہیں کرتے بات نہیں بنے گی ہم میں سے ہر آدمی سوچے کہ معاشرے کی اصلاح کی اساس کے طور پر اپنی اصلاح میں کس قدر کامیاب ہے۔ وہ غور کرے کہ وہ اسلامی نظام کے مختلف شعبوں کی اصلاح کیسے ممکن ہے

نور اکبر شہباز

دعوتِ مباہلہ

کچھ عرصہ سے ایک شخص بنام ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کراچی سے علماء اسلام کے نظریات و معتقدات کے خلاف چھوٹے بڑے پمفلٹ شائع کر رہا ہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں مفت بھیج رہا ہے۔ اس نے اپنے کتابچوں اور گمراہ کن اوراق صفحات میں جتنی احادیث حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے روضۂ اطہر کی زیارت اور آپ کی محبت اور صلوٰۃ و سلام کے متعلق ہیں سب کو بے بنیاد اور موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے عشق و محبت کے واقعات کو بھی رد کیا ہے۔ اولیاء کرام جن کے کارنامے رہتی دنیا تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ اور جنھوں نے اسلام میں زندگی اور توانائی کی روح پھونکی۔ کفر و شرک کو غارت کیا۔ اور جنھوں نے اپنی زندگیوں کو توحید و رسالت کے نور کو چمکانے کے لئے وقف کر دیا۔ اور مخالفین و معاندین کی جانب سے ہر آنے والے امتحان کو برداشت کیا۔ اُن کا نام اپنی گندی کتابوں میں اس طرح لکھتا ہے کہ جس طرح کسی عام آدمی کا نام بھی شاید نہیں لکھا جاتا۔ یا جس طرح یہودی اور عیسائی سرور عالم کا ذکر صرف محمد صاحب کہہ کر کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لکھتا ہے عبدالقادر صاحب بغدادی، نظام الدین صاحب، بایزید صاحب، داتا صاحب علیٰ ہذا القیاس اور ان کے اقوال نقل کر کے بڑی جرأت سے ان کا رد کرتا ہے۔ اور سب اولیاء کو جھوٹا کہتا ہے۔ اور ان کی عبارات سے ان کا کفر ثابت کرتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ نہ دیوبندیوں کو اس نے چھوڑا ہے نہ بریلویوں کو۔

جناب نور شہباز آڈیٹر واہ کینٹ نے اس کو جواب دیا ہے۔ اور اس کو دعوتِ مباہلہ دی ہے۔ جس کے جواب میں جو اس نے لکھا ہے وہ مندرجہ ذیل

ہے ۔ اولاً جناب محمد اکبر شہباز کا خط جو انھوں نے دعوتِ مباہلہ کے لئے ڈاکٹر کو لکھا ، ذیل میں نقل کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد جو اس کا جواب موصول ہوا وہ لکھا گیا ہے ۔ ڈاکٹر نے دعوتِ مباہلہ کا جو جواب دیا ہے ۔ اسکی نقل فوٹو سٹیٹ ہمارے پاس موجود ہے ۔

اہل سنت والجماعت کو خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیئے اور ان نئے نئے فتنوں کا ستیاب کرنا چاہیئے ۔ ہم اپنے اس جریدہ کے ذریعہ حکومت سے موثر بانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر کے فتنہ انگیز لٹریچر کو فوراً ضبط کرنے کا حکم صادر فرمائے بلکہ اس کو اسلامی نظریہ کے خلاف نشر واشاعت کرنے کے جرم میں قرارِ واقعی سزا دینی چاہیئے تاکہ اسکو علم ہو کہ حکومت پاکستان کی بنیاد اسلامی نظریات پر ہے ۔ یہاں الحاد و زندقہ کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں ہے ۔

گوہر

نقل خط بجواب قبولیت دعوتِ مباہلہ بنام ڈاکٹر عثمانی صاحب

۷۸۶
۹۲

از رداہ کینٹ
۲۲/۹/۷۶

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جناب ڈاکٹر مسعود الدین (معادم الدین) عثمانی صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

امّا بعد !

آنجناب کا رجسٹرڈ ایجاب نامہ دعوتِ مباہلہ موصول گشتہ ۔ الحمد للہ کہ آپ نے دعوتِ

مباہلہ منظور فرمالی ہے۔ آپ نے تین صورتیں تجویز فرمائی ہیں جو کہ بہت خوب ہیں۔ پہلی صورت کہ آپ کراچی میں بیٹھ کر بددعا کریں اور میں واہ کے اندر۔ یہ کار مرداں نہیں، بزدلی ہے۔ البتہ میں آپ کی ہدایت کے لئے دعا گو ہوں۔ بصورت دیگر آپ چونکہ خود بعد از رمضان المبارک راولپنڈی تشریف لاتے ہیں مجھے آنے سے قبل اطلاع سے نوازیں اور میری طرف سے مباہلہ کی اس صورت کے لئے تیار ہو کر آئیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے راولپنڈی و اسلام آباد کے درمیان کسی میدان میں لکڑیوں کی آگ کی چتا تیار کی جائے۔ لکڑیوں کے دو ڈھیر لگائے جائیں جو ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ ایک میں آپ کو بٹھایا جائے اور دوسرے میں بندہ بیٹھے گا۔ آپ کے ڈھیر پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگانے والے آپ کے متبعین اور ایک میرا ساتھی ہوگا اور اسی طرح میرے ڈھیر پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگانے والے بھی آپ کے متبعین اور ایک میرا ساتھی ہوگا۔ پھر جو سچا ہوگا اسے اللہ تعالےٰ اپنے پیارے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے صدقے میں بچالے گا اور جو کاذب ہوگا جل مرے گا۔ دنیا میں بھی عذاب نار اور آخرت میں بھی عذاب نار۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نور اکبر شہباز
آڈیٹر سی۔ او۔ ایف۔ اے واہ کینٹ
ضلع راولپنڈی

از کراچی
11/9/76

محترمی مکرمی جناب نور اکبر شہباز صاحب

آداب!

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آپ نے مجھے اس بیتے مباہلے کی دعوت دی ہے کہ میں نے بعض ان لوگوں کے متعلق جن کو اولیاء اللہ سمجھا جاتا ہے اور جن کی مشہور کتابوں پر دنیا کا اجماع ہے کہ وہ انہی لوگوں کی ہیں۔ جیسے عبدالقادر جیلانی، علی ہجویری، معین الدین چشتی۔ محی الدین ابن عربی، مولانا روم نظام الدین اولیاء وغیرہ کو ان کی عبارات کی روشنی میں کافر و مشرک کہتا ہوں۔

مجھے آپ کی یہ دعوت قبول ہے۔ اگر آپ میرے بیٹے ہوتے سوالوں کو انہی حضرات کی عبارت مانتے ہیں۔ دعوت آپکی طرف سے ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ یا تو آپ اپنے متعلقین کو لیکر کراچی آجائیے یا ایسا کیجئے کہ ہم آپ دونوں اپنی جگہ پر رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مباہلے کی دعا کرلیں۔ اگر آپ اس کو مناسب نہیں سمجھتے تو انتظار کیجئے۔ رمضان کے بعد پنجاب کی طرف آنے والا ہوں۔ آپ کو مطلع کر دوں گا۔ آپ راولپنڈی تشریف لے آیئے گا۔

امید ہے کہ آپ ان تین باتوں میں سے جس بات کو پسند فرمائیں گے اس سے مجھے مطلع کر دیں گے۔ باقی آپ نے جن حضرات کے بارے میں میرا فتویٰ پوچھا ہے۔ ان سب کے بارے میں میرا یہی فیصلہ ہے کہ یہ اتحادی، مشرک اور اللہ کی کتاب کے کافر تھے۔

فقط

مسعود الدین عثمانی

نعتوں کا مجموعہ

ورفعنا لک ذکرک

زیر طبع

شاعر — راجا رشید محمود ایم اے

ناشر

پالو پبلشرز — پرانی انارکلی — لاہور

اولیاء کی شان میں

از

غلام رسول گوہر

مدیر مسئول

اولیاء اللہ سے ہے مجھ کو محبت واہ وا
ان سے ہی دنیا کی ہے بس زیب و زینت واہ وا

مقبل و محبوب ہیں اور آشنائے راز ہیں
در اصل ہیں دین و دنیا کی یہ عزت واہ وا

گلشن توحید ہے سرسبز انکی ذات سے
اس لئے کہ ہیں یہ حضرت اہل سنت واہ وا

دیکھنے سے ان کا مونہہ آجاتی ہے اللہ کی یاد
دور ہو جاتی ہے دل سے خرابئ غفلت واہ وا

اولیاء اللہ سے ہے اسلام کا قائم وجود
دین ہے تابندہ ان سے تا قیامت واہ وا

عمل سے کردار سے اوصاف سے اخلاق سے
دیتے ہیں گم گشتگاں کو حق کی دعوت واہ وا

یاد حق سے ان کے دل مسرور ہیں معمور ہیں
رات دن تھکتے نہیں کرتے عبادت واہ وا

خاکپائے اولیاء ہوں اور ہوں اولیاء کا غلام
اس لئے مجھ میں نہیں ہے کبر و نخوت واہ وا

شمس سے حلقہ برگزیدہ اولیاء کا ہوں مرید
ہے سلسلے پور ان کا ہادی رشک جنت واہ وا

خزف سے گوہر بنا میں انکے فیض نظر سے
کسقدر تابندہ ہے انکی کرامت واہ وا

غلام رسول گوہر

حافظ مظہر الدین کا ایک مکتوب

حافظ مظہرالدین صاحب میرے بچپن کے بے تکلف دوست ہیں - اور حسنِ اتفاق سے ہمارا وطن بھی ایک ہے - حافظ صاحب علی پور شریف پڑھتے رہے ہیں اور چونکہ میں ایک دو سال ان سے عمر میں بڑا ہوں گا - اس لئے جب یہ شرح وقایہ نورالانوار شرح ملا جامی پڑھنے لگے تو میں تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا - اور اپنے گھر موضع آواں ضلع امرتسر میں مقیم ہو گیا تھا - اور جناب مظہر صاحب بھی کسی وجہ سے علی پور سے دل برداشتہ ہو کر اپنے گھر موضع راماس میں جو ہمارے گاؤں سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک بارونق قصبہ ہے آ گئے - ان کے والد صاحب بہت بڑے فاضل اور مفکر اور ادیب اور نہایت خوش آواز واعظ و مبلغ اور سلسلۂ چشتیہ میں صاحب ارشاد بھی تھے - ان کا قد و قامت چہرہ مہرہ خوبصورت اور بارعب باوقار تھا آواز میں جادو تھا - اس زمانہ میں کوئی خطیب ان کے پلے کا نہیں تھا اور بہت دلیر اور جرأت مند تھے - حکومت کے اہل کار بھی ان سے خائف رہتے تھے - ان کے سامنے کوئی دم نہیں مارتا تھا - انھوں نے راماس میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی - اور وہ بھی اپنے مکان میں - اور میں چونکہ بیکار تھا اور مجھ پر کرم بھی بہت فرمایا کرتے تھے - مجھ کو اس مدرسہ کا استاد مقرر کیا اور جناب حافظ مظہر صاحب مندرجہ بالا کتب ایک عرصہ تک مجھ سے پڑھتے رہے - ان کے بھائی مولنا غلام ربانی صاحب بھی شاملِ درس تھے - اس جہت سے مجھے حافظ صاحب کے ساتھ دوستی کی نسبت کے ساتھ

استاذی کا فخر بھی حاصل ہے - آپ کئی سالوں تک کہکشاں میں شائع ہونے والا کالم بھی لکھتے رہے ہیں - آپ نہ صرف اونچے طبقہ کے شاعر ہیں بلکہ عالم و فاضل اور خوش گلو سحر آگیں واعظ بھی ہیں ، ادیب بھی ہیں اور مصنف بھی ہے اور اس کے ساتھ حسین بھی اور نازنین بھی - محبوب بھی اور محب بھی آپ کی اکثر میرے ساتھ خط و کتابت رہتی ہے - آپ کو اپنا ماضی بہت یاد آتا ہے اور اکثر ماضی کے واقعات آپ کو رلاتے ہیں - آپ کے جملہ خطوط میں نے اپنے پاس بحفاظت رکھے ہیں تاکہ ؎

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا
چند تصویرِ بتاں ، چند حسینوں کے خطوط

کا مضمون مجھ پر صادق آئے ۔

گوہر

نقل مکتوب

برادرِ گرامی منزلت اور استادِ محترم سلام مسنون

یہ درست ہے کہ میں آپ کو خط نہ لکھ سکا ۔ شاید اس کی بڑی وجہ یہ ہو کہ میرے شب و روز آپ کے ساتھ گذرتے ہیں ۔ کبھی آپ کو ساتھ لیکر کوٹ کی طرف نکل جاتا ہوں اور کبھی ملی پور کی جہان آباد ہو جاتا ہے ۔ اپنی ہی ایک شرارت پر ہنستا ہوں ۔ انھیں چھیڑنے میں مزا آتا ہے ۔ اور آپ کی آنکھوں میں مسرت دیکھ کر جی خوش ہونے لگتا ہے ۔ بس اب بھی زندگی رہ گئی ہے ۔ نعتِ رسولؐ انیس جاں نہ بنتی تو مر جاتا ۔ میں اپنا ذاتی درد و کرب بھی نعت میں شامل کر دیتا ہوں اور یہی نقادوں کو مجھ سے گلہ ہے ۔ کل جو نعت کہی تھی اس کا ایک شعر بھی میری اسی کیفیت کا غماز ہے ۔ پہلے مطلع سن لیجئے تاکہ شعر کی فضا پیدا ہو جائے ۔ بیماریاں ہماری جولانگاہ بنتی ہیں ۔ مرحوم اور زندہ دوست ساتھ ہوتے ہیں اور پھر قہقہوں کا

بقیہ ص ۲۵ پر

اللہ نے فرمایا میں نے آپ کا ذکر اس طرح بلند کیا کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا جب میرا ذکر ہوگا اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔

ابن عطا نے کہا کہ رفع ذکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو تتمۂ ایمان بنایا۔ (یعنی جب تک اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر نہ ہو تب تک ایمان پورا نہیں ہوتا) اور اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں یہ بھی فرمایا کہ میں نے اسے یعنی آپ کے ذکر کو اپنا ذکر کہا ہے (یعنی جس نے آپ کا ذکر کیا گویا اس نے میرا ذکر کیا)۔

جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ و عن آبائہم سے روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں ذکر کرتا کوئی آپ کا رسالت کے ساتھ مگر ذکر کرے گا وہ میرا ربوبیت کے ساتھ اور بعض نے فرمایا۔ اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کی طرف اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے اور آپ کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اطیعوا اللہ والرسول	تم اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو
وآمنوا باللہ ورسولہ	اور تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اس میں اللہ تعالےٰ نے واؤ کے واسطے سے جو عطف و جمع کے لئے ہے، اپنی اور رسول کی اطاعت کو جمع فرمایا اور یہ صرف آپ ہی کی شان ہے۔ کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ کہے تم میں سے کوئی ماشاء اللہ و ماشاء فلاں۔ اور لیکن کہو ماشاء اللہ ثم ماشاء فلاں۔ خطابی نے کہا اس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کے حق میں ادب کی تعلیم دی ہے کہ کلام میں اللہ کی مشیت کو اس کے غیر کی مشیت پر مقدم رکھو اور اختیار کیا اس کو ثم کے لفظ سے کہ وہ نسق اور تراخی کے لئے ہے۔ بخلاف واؤ کے کہ وہ مطلق اشتراک اور جمع کے لئے ہے۔ ایسی ہی ایک اور حدیث بھی ہے کہ ایک خطیب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا

من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد	جس نے اللہ اور اور اس کے
ومن یعصہما	رسول کی اطاعت کی، اس نے

راہ پائی۔ اور جس نے ان دونوں
کی نافرمانی کی۔

یہ سنکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لوگوں کا برا خطیب ہے کھڑا ہو جا، فرمایا یا چلا جا فرمایا۔ ابو سلیمان نے (اس کی) وضاحت یوں فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر اس لئے عتاب فرمایا کہ اس نے حرف کنایہ (ھما) کے ساتھ دو اسموں کو جمع کیا اس لئے کہ اس طرح اللہ کے ساتھ رسول کی مساوات اور برابری لازم آتی ہے۔ ابو سلیمان کے غیر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطیب کا ومن یعصہما پر وقف کرنا پسند نہ آیا۔ لیکن قول ابو سلیمان کا ہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ صحیح حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ خطیب نے کہا تھا ومن یعصہما فقد غویٰ (اور جس نے دونوں کی نافرمانی کی بس وہ گمراہ ہوا) اور ومن یعصہما پر اس نے وقف نہیں کیا نہ اس کا ذکر ہے

سوال: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ اسکو اللہ کے ساتھ واؤ عاطفہ کے ساتھ جمع کیا جائے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے تو پھر آیۂ کریمہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون میں ملائکہ کو اللہ کے ساتھ واؤ عاطفہ کیساتھ کیوں جمع کیا گیا ہے۔

جواب: اس میں اختلاف ہے کہ یصلون میں ضمیر مستتر جو ھم ہے وہ اللہ اور ملائکہ دونوں کی طرف راجع ہے یا نہیں۔ بعض نے اس کا مرجع دونوں کو بنانا جائز کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز نہیں کہا۔ اس لئے کہ اس میں اللہ کے ساتھ تشریک و تسویہ لازم آتا ہے۔ جنھوں نے اس کو جائز نہیں کہا انھوں نے کہا کہ یصلون میں جو کہ جمع کا صیغہ ہے ضمیر (ھم) کی ملائکہ کی طرف راجع ہے اور تقدیر عبارت کی یوں ہے۔
ان اللہ یصلی وملٰئکتہ یصلون
بیشک اللہ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اور
اس کے ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گذارش کی (کہ حضور آپ کی کتنی بڑی شان ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی طاعت کو اپنی طاعت فرمایا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے
ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ
جس نے رسول کی اطاعت کی اس

بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

اور فرمایا اللہ تعالے نے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اے محبوب آپ فرما دیں اگر تم کو اللہ سے محبت ہے (جیسا کہ تم کہتے ہو ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا دوست بنالے گا۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے یعنی یہودیوں نے کہا، محمدؐ چاہتا ہے کہ ہم اس کو رب بنائیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ کو رب بنالیا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی :

قل اطیعوا اللہ والرّسول

اے محبوب آپ فرمائیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے یہودیوں کو ذلیل کرتے ہوئے آپ کی اطاعت کو اپنی طاعت کے ساتھ ملایا۔ ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ میں جو اللہ تعالے کا قول ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔

ابوالعالیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے کہا، حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے افضل ترین اصحاب اور اہل بیت کرام ہی صراط مستقیم ہیں۔ ان دونوں نے اس تفسیر کو ابوالحسن ماوردی سے نقل کیا ہے۔ اور مکی نے بھی ان دونوں سے ایسے ہی نقل کیا ہے۔ اور کہا کہ صراطِ مستقیم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحب ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالے عنہما مراد ہیں۔ ابواللیث سمرقندی نے بھی ابوالعالیہ سے اللہ تعالے کے قول صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر میں ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔ اس نے کہا یہ خبر جب حسن کو پہنچی تو انھوں نے کہا قسم ہے اللہ کی اس نے سچی اور خالص بات کہی ہے۔

ماوردی نے اس قول کو صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن زید سے نقل کیا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے اللہ تعالے کے قول فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ (پس بے شک جس نے تمسک کیا مضبوط کڑے سے) بعض مفسرین سے نقل کیا

ہے کہ عروۃ الوثقیٰ (مضبوط کڑا) سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس سے اسلام مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک شہادت توحید مراد ہے۔

اللہ تعالےٰ کے قول:

وان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا — اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو تم نہ شمار کر سکو۔

میں سہل نے کہا، اللہ کی نعمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے، والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں بھی جاء بالصدق (سچ لایا) سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ آپ ہی وہ ہیں جنھوں نے سچ کی تصدیق کی (یعنے قرآن کی تصدیق کی) ایک قرأت میں صَدَقَ تخفیف سے پڑھا گیا ہے۔ اور مذکورہ مفسرین کے علاوہ اور مفسرین نے کہا کہ الذی صدق بہ سے مراد ایمان دار ہیں اور بعض نے کہا ابوبکر اور بعض نے کہا علی مراد ہیں۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سنو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے) میں مجاہد نے کہا ذکر اللہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مراد ہیں۔

اخبار آستانہ علی پور شریف

اعلیٰحضرت شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب ناظم تحریر علی پور شریف ہیں۔ ایک معتبر آدمی سے سنا ہے کہ ۱۶ دسمبر کو عارف والا اور اس کے نواح میں یاران طریقت کے پیہم اصرار پر تشریف لے جائیں گے۔ وہاں سے فارغ ہو کر کراچی تشریف لے جائیں گے۔ کراچی چند دن قیام فرما کر حیدر آباد دکن تشریف لے جائیں گے۔ حضرت جوہر الملت علامہ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب و دیگر جملہ حضرات علی پور شریف مقیم ہیں۔ پیر خانہ میں ہر طرح خیر و عافیت ہے۔ اور چشمہ فیض جاری ہے۔ تشنگان ہدایت آتے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں۔

دوسری فصل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (آخیر آیت تک) اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا شہادت دینے والا، خوشخبری سنانے والا۔ ڈر سنانے والا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی گوناگوں، عمدہ اور اعلےٰ و افضل شانیں اور وہ تمام اوصاف و کمالات جن سے آپ کی مدح و ثنا کی جاتی ہے، بیان کی ہیں۔ پس کیا آپ کو گواہ اپنی ذات کے لئے[1] اپنی اُمت پر اس لئے کہ آپ نے رسالت یعنی پیغام حق اپنی امت کو پہنچایا۔ اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصائص سے ہے۔ اور آپ اپنے فرمانبرداروں کو خوشخبری سنانے والے اور نافرمانوں کو ڈر سنانے والے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دینے والے اور روشن چراغ ہیں کہ آپ کے ساتھ رب تعالےٰ تک پہنچنے کا راستہ پایا جاتا ہے۔

عطا ابن یسار سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر ابن العاص سے ملا۔ اور میں نے ان کو کہا کہ مجھ کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات سے آشنا کریں۔ حضرت عبد اللہ نے کہا یقیناً حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تورات میں بعض وہ صفتیں ذکر کی گئی ہیں جو قرآن میں ہیں۔ جیسے کہ تورات میں ہے:

> اے نبی بے شک ہم نے بھیجا آپ کو گواہی دینے والا، بشارت سنانے والا، ڈر سنانے والا۔ اُمیوں کی حفاظت اور پشت پناہی کرنے والا (اور جیسے کہ فرمایا) تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا

---

[1] یعنی اپنی ذات کیلئے بغیر بینہ کے اپنی امت پر گواہی دینا یعنی یوں کہنا چاہیے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میں نے امت کو دین کی تبلیغ کی۔ آپ کی خصوصیت ہے کہ دوسرے انبیاء سے جب وہ گواہی دیں گے اس پر ثبوت مانگا جائے گا۔ (نسیم الریاض)

نام متوکل رکھا۔ تو درشت گو اور سخت دل نہیں ہے اور نہ ہی تو بازاروں
میں چلا چلا کر کلام کرنے والا ہے (اور جیسے کہ فرمایا) وہ برائی کی برائی سے
مدافعت نہیں کرے گا۔ لیکن درگذر کرے گا اور بخش دے گا۔ اور ہرگز اس
کو قبض نہیں کرے گا یہاں تک کہ سیدھا کرے اس کے ساتھ ٹیڑھی ملت کو
بایں طور کہ کہیں اہل ملت نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور کھولے ساتھ اس کے
اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں کو اور غافل دلوں کو (انتہی)

اور ایسا ہی عبد اللہ بن سلام اور کعب الاحبار سے بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعض طرق
میں ابن اسحاق سے یوں مروی ہے کہ،

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بازاروں میں چلا کر کلام کرنے والے نہیں ہیں
اور فحش کا تصور کرنے والے نہیں اور بری اور عیب دار گندی باتوں
سے زبان کو آلودہ کرنے والے نہیں۔ (خدا نے فرمایا) میں اس کو ہر نیک
کام کی ہمت اور توفیق دوں گا۔ اور تقوی اس کے دل میں بٹھاؤں گا۔ اور
اس کی حکمت کو عقل کے مطابق کردوں گا۔ اور اس کو ہر نیک خلق سے نوازوں
گا اور سکینۃ کو اس کا لباس اور نیکی و احسان کو اس کا شعار بناؤں گا۔
اور صدق و صفا اس کی طبیعت کروں گا اور عفو و معروف کو اس کا خلق
کروں گا۔ اور عدل کو اس کی سیرت اور حق کو اس کی شریعت کروں گا۔ اور
ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کی ملت بناؤں گا۔ اور احمد اس کا
نام رکھوں گا۔ اس کی برکت سے میں ہدایت دوں گا گمراہی کے بعد۔ اور
اس کی برکت سے تعلیم دوں گا جہالت کے بعد اور بلند کروں گا میں اسکو
گمنامی کے بعد اور اونچا کروں گا اس کے مقام کو پستی کے بعد۔ اور

جمع کروں گا میں لوگوں کو اس کے ساتھ فرقت کے بعد۔ اور اس کی برکت سے لوگوں کا رزق زیادہ کروں گا، اسکی قلت کے بعد اور غنی کروں گا لوگوں کو ان کی غربت و افلاس کے بعد۔ اور اس کی برکت سے مختلف دلوں کو۔ اور جدا جدا خواہشوں کو اور متفرق قوموں کو، جمع کروں گا (یعنے ان میں وحدت اور یگانگت پیدا کروں گا) اور اس کی امت کو بہترین امت کروں گا جو لوگوں کے لئے ظاہر کی جائے گی۔

دوسری حدیث میں ہے راوی نے کہا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اپنی صفت سے جو توراۃ میں مذکور ہے کہ

وہ میرا بندہ احمد ہے جو سب بنی آدم سے برگزیدہ اور چنا ہوا ہے۔ اس کی ولادت کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ مدینہ منورہ ہے۔ اور اس کی امت ہر حال میں اللہ کی بہت حمد کرنے والی ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالے نے :-

الذین یتبعون الرسول النبی الامی (دو آیتوں کے اخیر تک) — وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی نبی کی جو امی ہے۔[1]

اور فرمایا اللہ تعالے نے :

فبما رحمۃ من اللہ اخیر آیت تک — پس بسبب اللہ کی رحمت کے آپ ان کے لئے نرم طبیعت اور نرم مزاج ہوئے۔

---

[1] عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالے عنہ، یہودی تھے اور توراۃ اور کتب سابقہ کے عالم اور نیک طینت اور حق کے متلاشی تھے۔ پیغمبر آخر الزمان کو ان کی صفات سے جو توراۃ میں مذکور ہیں خوب جانتے تھے۔ اور متمنی تھے کہ ان کی زیارت و ملاقات ہو اور ان کے حلقہ بگوشوں سے ہوں۔ عبد اللہ بن سلام یوسف ابن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کی اولاد

سمرقندی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یاد دلایا کہ جو اس نے رسول بھیجا ہے۔ وہ ایمان والوں پر رحیم اور بہت شفقت کرنے والا ہے۔ اور نرم پہلو والا ہے۔ اگر آپ زبان اور دل کے سخت ہوتے تو لوگ آپ سے بھاگ جاتے۔ آپ کے قریب نہ آتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخی، نرم مزاج کشادہ رو اور نیک اور شریف اور پاکیزہ اور لطف کرنے والا بنایا۔ ایسا ہی ضحاک نے کہا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

سے ہیں۔ جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا۔ جب یہ مشرف باسلام ہوئے تو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کے حق میں نازل ہوا:

وشہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثلہ

اور قل کفی باللہ شہیداً بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ، فتح قدس اور جابیہ میں ان کا حاضر ہونا، ان کے فضائل میں شمار کیا گیا ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، ہجرت کر کے مدینہ تشریف تشریف لائے اور ان کو خبر ہوئی تو وہ حاضر خدمت ہو کر ایمان لائے۔ اور اپنی دیرینہ آرزو کو پورا کرکے بہت خوش ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بزرگ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ کتب ستہ والوں نے اپنی کتابوں میں ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی۔

؎ کعب الاحبار بن مانع بن ہینوع ان کی کنیت ابو اسحاق حمیری ہے۔ مشہور تابعی ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا ہے۔ مگر آپ کو دیکھا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام قبول کیا۔ علما نے ان کے علم کی مضبوطی اور دین کی سختی پر اتفاق کیا ہے۔ کعب الاحبار ان کے علم کی کثرت اور زیادتی کے سبب ان کا لقب ہے۔ ان کی وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت ۳۲ھ میں ہوئی۔

میں کی منقبت جو قرطاس پر رقم کی ہے — تو پہلے ہم نے محبت میں آنکھ نم کی ہے
انہیں کے فیض سے رنگیں ہے کیف رنگیں بھی — مری کہانی کہ روداد رنج و غم کی ہے

یونہی رنج و غم کے باوجود زندگی کیف میں گذر رہی ہے۔ ماشاء اللہ دن کیف و اثر میں ڈوبی ہوئی نعتیں لکھ رہا ہوں۔ تیسرا مجموعہ نعت بھی مکمل ہونے والا ہے۔ ماہنامہ ضیائے حرم اور نوائے وقت میں میرا کلام شائع ہوتا ہے نظر سے گذرتا ہوگا۔ جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور پھر علی پور پہنچکر ان مقامات پر آنسو بہاؤں جو میری محبت کی یادگار ہیں۔ عربی شاعر نے تو اپنی محبوبہ کے ویرانے مسکن پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ

قفا نبک من ذکرا حبیب و منزل

لیکن مجھے اس مقام پر پہنچنے کی توفیق بھی نصیب نہیں۔ نرمن علی پور میں گذرا ہوا زمانہ بہت یاد آتا ہے۔ بچپن میں ایک شہزادے سے رشتۂ محبت استوار ہوا تھا اب ضعیفی میں ایک شہزادے نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ یہ حضرت پیر مہر علیؒ شاہ صاحب کے پڑپوتے ہیں۔ شاہ نصیر الدین صاحب عربی، فارسی، اردو، پوربی اور سرائیکی زبان کے بلند پایہ شاعر ہیں اور بے مثل مغنی اور قاری۔ مجھ پر ان کا بے پایاں کرم ہے۔ بعض لوگ تو پرستش کی حد تک مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اور یہ سرکار دو عالم کا کرم ہے۔

عزیز سلیم کے ذریعے نیا مجموعہ نعت "جلوہ گاہ" بھیج دیا تھا یقین ہے کہ آپ مطالعہ کر چکے ہوں گے اپنے تاثرات سے مجھے بھی آگاہ کیجئے۔ بلکہ چند سطور انوار الصوفیہ میں بھی آجائیں تو شہزادہ صاحب کی نظر سے بھی گذر سکتی ہیں۔

یہ میرا گفتۂ بے کیف و پریشاں سیماب
کاش ان کی نظر کیف اثر سے گذرے

انھیں تو اپنا مجموعہ نہیں بھیجوں گا۔ ہاں ان کے بڑے صاحبزادے کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ ہے ان سے یہاں کی ایک محفل میں ملکر بہت محظوظ ہوا ہوں۔ اور دل سے بلا اختیار یہ صدا نکلی

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

اپنی چند تصانیف بھی میں نے انکی خدمت میں پیش کی تھیں۔ الحمد للہ انھیں دیکھ کر قبلۂ عالم محدث علی پوری کی یاد تازہ ہوگئی۔ وہی صورت اور وہی سیرت۔ اپنے احوال سے آگاہ کیجئے اور اپنے تاثرات سے بھی۔

والسلام
مظہر الدین ۲۲ جون ۱۹۷۶ء

نقد و تبصرہ

مصنف : حافظ مظہر الدین چشتی

ناشر : حمید اصغر بالمقابل تھانہ بی ڈویژن راولپنڈی

موضوع : ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قیمت ۱۵ روپے

حافظ مظہر الدین کو کون نہیں جانتا۔ اپنے فن میں یکتائے روزگار ہیں۔ شعراء، ادباء، علماء و فضلا میں معروف و معلوم ہیں۔ باوجود اس کے کہ علمائے کاملین و راسخین کی جماعت سے ہیں پیرزادہ اور پیر ہیں۔ خوش نوا اور خوش ادا ہیں اور کامیاب خطیب اور دھواں دھار تقریر کرنے والے مقرر ہیں۔ ان خوبیوں کے علاوہ رب تعالیٰ نے مقام شعر و سخن وہ عطا کیا ہے جو نہایت اونچا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ شاعر بھی ہیں۔ آپ نے اوپر کے اوصاف کے مقتضیات کو ترک کر کے ہمیشہ کے لئے اپنی شاعری کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور ثنا خوانی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا میں کتنے اشعار کہے ہیں۔ کتنی نعتیں لکھی ہیں۔ کتنے قلمی مسودے آپ کے پاس جمع ہیں، ان کی تعداد تو آپ ہی جانتے ہوں گے۔ مگر علم و ادب کے میدان میں آپ کے نعتیہ کلام کے دو مجموعے شائع ہوتے ہیں۔ ایک کا نام تجلیات ہے۔ اور دوسرا جو اب ماضی قریب میں چھپا ہے اس کا نام جلوہ گاہ ہے۔ اس کا تعارف ہم نہیں کروا[ئے]۔ ذیل میں ایک نعت درج کی جاتی ہے۔ اس سے قارئین کے از خود جلوہ گاہ کی جلوہ نمائی سے خود واقف ہو جائیں گے۔

گوہر

حافظ مظہر الدین

نعت

ہوں شاعر میں بھی مجھ پر بھی ہو فیضان عطا بخشی
کہ تو نے خواب میں آ کر بوصیری کو ردا بخشی

بٹھا کر سامنے منبر پہ عظمتِ بے بہا بخشی
دعا حسان کو دی اپنے کاندھے کی ردا بخشی

ترے ہی لطف نے ہے مجھ کو توفیقِ ثنا بخشی
ترے قربان جاؤں رنگ لائے یہ نوا بخشی

کیا تفویض ذوقِ نعت اور طبع رسا بخشی
پھر اس پر یہ کرم تاثیر بھی بے انتہا بخشی

ثنا خواں ہوں تیرا میرے لئے ہو یہ عطا بخشی
کہ پھر دیکھے زمانہ نعت گوئی کی جزا بخشی

گلوں کو رنگ بخشا، عندلیبوں کو نوا بخشی
تیری رحمت نے ہر اک کو جداگانہ ادا بخشی

بوصیری پاک تھا میں مبتلائے درد عصیاں ہوں
ترے در سے مجھے بھی ہے تمنائے شفا بخشی

کہاں میں اور کہاں نطقِ لب حسان بن ثابت
مگر ہے ماورائے این و آں تیری عطا بخشی

تہی دستانِ عالم کو شکوہِ خسروی بخشا
جہاں کے خود سروں کو خوئے تسلیم و رضا بخشی

کرم فرما کہ خوشہ چیں ہوں حسان بوصیری
میری نظروں میں ہے تیری عطا کوشی عطا بخشی

بہا اس کی تیری ہونٹوں کا اک رنگین تبسم ہے
جو متمت نعت کی تو نے شہ ارض و سما بخشی

تحریر: محمد نذیر رانجھا

سلطان العارفین
حضرت شیخ فضل اللہ ابوسعید ابن الخیر رح

نام و نسب

آپ کا نام نامی عبداللہ، کنیت ابو سعید اور لقب سلطان العارفین تھا۔ آپ کے والد حضرت ابوالخیر رح قریہ محصن (یا میھنہ) علاقہ نیشاپور کے باعظمت خطیب اور مفتی اعظم تھے۔ اپنے گاؤں میں بابو ابوالخیر رح کے نام سے مشہور تھے۔ عطاری کا پیشہ بھی کرتے تھے۔ نہایت ہی باورع و دیانت انسان تھے۔ اور شریعت و طریقت سے آگاہ تھے۔ ہمیشہ درویشوں اور اصحاب طریقت کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔

ولادتِ باسعادت

آپ ۴ شعبان ۳۵۷ھ ق بمطابق ۹ دسمبر ۹۳۸ء کو میھنہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن کریم ابو محمد عناذی رح (یا عیاری) سے سیکھا جو امام باورع و متقی تھے۔ کچھ عرصہ نیشاپور کے مایہ ناز ادیب، و خطیب اور محدث و مفسر شیخ ابوالمعارف صمعی رح کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ انھوں نے آپ کو نہایت محبت کے ساتھ پڑھایا اور چند روز میں ہی فاضلِ اجل بنا دیا۔ اس کے علاوہ آپ حصول تعلیم کے سلسلے میں مرو میں ابو عبداللہ الحفری کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد پانچ برس تک ابوبکر قفال رح سے بھی استفادہ کیا اور پھر عازم سرخس ہوئے۔ یہاں خواجہ امام ابوعلی زاہد، محدث و مفسر اور امام عہد سے تفسیر قرآن، علم اصول و کلام اور احادیث پڑھیں۔

استاد کی نصیحت

جب آپ نے قرآن کریم ختم کر لیا تو والد بزرگوار نے کہا کہ کل ادیب کے پاس جانا۔ دوسرے روز آپ نے قرآن کریم پڑھانے والے استادِ محترم سے کہا کہ میرے والد صاحب

اب مجھے ادیب کے پاس بھیجنے والے ہیں۔

استادِ محترم نے کہا "مبارک ہو" اور پھر دُعا دینے کے بعد کہنے لگے کہ یہ الفاظ مجھ سے یاد کر لیجئے۔

"لان تردھمتك الی اللہ تعالیٰ
طرفۃ عین خیر لك مما
طلعت علیہ الشمس"

یعنی اگر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی
تیری ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف
تجھے لٹا دے تو بہتر ہے، اس سے
کہ تمام روئے زمین تیرے قبضے میں ہو"

آپ سے منقول ہے کہ میں استاد محترم کی اس نصیحت سے بہت ہی زیادہ بہرہ مند ہوا ہوں۔

حضرت پیر ابو القاسم بشر یٰسین کی پیشگوئی

ایک روز آپ کے والد بزرگوار آپ کو ہمراہ لیکر نماز جمعہ کیلئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ان کی ملاقات حضرت پیر ابوالقاسمؒ سے ہوئی جو میہنہ کے مشاہیر علماء اور کبار مشائخ میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت ابو سعیدؒ کو دیکھ کر فرمایا "یا ابا الخیر یہ بچہ کس کا ہے؟" آپ کے والد ماجد نے جواب دیا۔ "یہ میرا بیٹا ہے"

یہ سن کر پیر ابوالقاسم حضرت ابوسعیدؒ کے روبرو پاؤں کے بل بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں پھر فرمانے لگے۔

"اے ابوالخیر! ہم اس جہان سے
نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ ولایت
کو خالی دیکھ رہے تھے۔ اور اس
طرح یہ درویشی ضائع ہو جاتی۔
اب جبکہ آپ کا یہ فرزند دیکھا ہے ہم
مطمئن ہو گئے ہیں کیونکہ ولایت
اس بچے کے نصیب ہو گی۔

مجاہدت و ریاضت

حضرت ابو سعیدؒ کو شروع سے ہی عبادت و ریاضت سے دلچسپی تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ طلوع آفتاب سے چار گھنٹے قبل بستر سے اُٹھتے اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر غسل کرتے۔ اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کرتے اور پھر ذکر و فکر میں محو ہو جاتے۔

آپ مسجد میں جھاڑو دیتے۔ ضعیفوں کی مدد کرتے۔ آپ سے منقول ہے کہ "من اذا اراد اللہ بعبد خیرا دلہ علی ذل نفسہ" (یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے نفس کی ذلالت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

کے معانی سوائے درویشوں کی خدمت کے کسی چیز میں نہیں پائے۔ آپ مدت مدید تک درویشوں کی خدمت کرتے رہے۔ انکی نشست گاہ پاخانے اور کھانے پینے کی جگہ کو صاف کرتے اور کوڑا کرکٹ زنبیل میں ڈال کر باہر پھینکتے، کافی عرصہ اسی طرح ریاضت کرتے رہے۔ پھر گداگری شروع کر دی۔ آپ سے منقول ہے کہ میں نے نفس کے لئے گداگری سے زیادہ سخت کام کوئی نہیں دیکھا۔ آپ گدا کر کے جو کچھ لاتے وہ درویشوں کی نذر کر دیتے۔ ایک روز درویش تنگدستی کا شکار تھے۔ کھانے پینے کے لئے کوئی چیز دستیاب نہ ہوتی تھی۔ آپ نے پہلے اپنی دستار پھر جوتے بیچے کا استر اور اورہ بیچ کر درویشوں کو دام دیئے۔ تاکہ وہ کھانے پینے کے لئے کچھ خرید سکیں۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو تن دیا برہنہ دیکھا تو پوچھا "اے بیٹا یہ حالت کیا ہے" آپ نے فرمایا "آپ نہیں جانتے اسے پیمنکی کہتے ہیں" آپ نے اپنا مال و متاع درویشوں اور خلق خدا کی راہ میں صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنے لقمہ نان کو بھی سوالی کی نذر کر دیتے تھے۔

آپ ہمیشہ خلق خدا سے دور تنہائی میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار سے ایک نقل کتاب "اسرار التوافی مقامات شیخ ابی سعید" میں درج ہے کہ انھوں نے آپ کو میہنہ سے باہر ایک مسافر خانے کی مسجد کے کنوئیں میں ڈول کی رسی سے پاؤں باندھ کر الٹا لٹکا ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے چند راتوں تک مسلسل دیکھا آپ سحری تک قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔

مشہد مقدس کے دروازے کے پاس ایک درخت تھا۔ آپ کئی راتوں کو وہاں جا کر خود کو اسکی شاخ سے لٹکا دیتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ ہمیشہ سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے۔

بیعت طریقت اور تکمیل سلوک

آپ سرخس میں ابو علی سے علم فقہ حاصل کرنے میں مگن تھے۔ جب علم تفسیر و احادیث اور اصول میں متبحر ہو گئے تو ایک روز کا واقعہ ہے۔ آپ ابو علی کی طرف آ رہے تھے۔ جب سرخس کے دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ راکھ کے ایک ڈھیر پر لقمان مجنون بیٹھے ہیں۔ آپ راکھ کے ڈھیر پر چڑھ کر ان کے قریب ہو گئے۔ لقمان اپنی پوستین کو پیوند لگا رہے تھے۔ آپ کا سایہ لقمان پر پڑ رہا تھا۔ پیوند لگانے سے فارغ ہو کر لقمان نے سر اوپر اٹھایا اور آپ سے فرمایا

"اے ابا سعید میں نے تمہیں اس پیوند کے ساتھ پوستین میں ٹانک دیا ہے۔

پھر لقمان نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت پیر ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت گاہ پر پہنچے۔ اور ان کو آواز دی۔ جب وہ باہر تشریف لاتے تو کہا اے ابوالفضل! حق سبحانہ تعالےٰ نے اس مرد کی پیشانی پر ہر چیز لکھی ہے۔ اور لے آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسے سنبھالئے کیونکہ آپ کا ذکر اس کے ساتھ باقی رہے گا۔

حضرت پیر ابوالفضلؒ آپ کا ہاتھ تھام کر خانقاہ میں گئے اور آپ کو اپنی نشست گاہ پر بٹھا دیا۔ پھر اپنے سامنے بٹھا کر توجہ دی اور آپ کے قلب کو غور سے دیکھا۔ توجہ حاصل کرتے ہی آپ پر ایک وجد طاری ہو گیا۔ خودی اور انانیت کے جذبات مٹ گئے۔ اور آپ کو اپنے قلب میں ایک عجیب کیفیت محسوس ہونے لگی۔ پھر آپ حضرت پیر ابوالفضل کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ اور انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو خرقۂ خلافت عنایت فرمایا۔ حضرت پیر ابوالفضل کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوالعباس قصاب آملی کے پاس گئے اور ان سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

اشاعت اسلام

آپ کو اشاعت اسلام سے بے پناہ عشق تھا آپ کی تقریر اس طرح پر اثر ہوتی تھی کہ وعظ شروع کرتے ہی سامعین پر سکون طاری ہو جاتا۔ رستے بند ہو جاتے اور ماہگیر آپ کی تقریر سنکر بیقرار ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے توحید الہیٰ کی عظمت بیان کی تو چار سو یہودی آغوش کفر سے نکل طلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ کی کوششوں سے بیس ہزار یہودی اور سولہ ہزار عیسائی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

پیران پیر کی نظر میں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوسعید کا اثر و امتداد صرف بغداد اور نیشاپور تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کے معتقدین دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے تھے اور وہ آپ کی ہدایت کے ماتحت تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیتے تھے"۔ ایک دوسری جگہ پر پیران پیر فرماتے ہیں "خواجہ ابوسعید قدرتی طور پر نہایت ذہین نیک طینت سلیم الطبع اور تیز طبیعت تھے۔ آپ کی زندگی علوم و معارف کا ایک بے پناہ سمندر تھی۔

وصال مبارک

آپ ۱۲ ربیع الثانی ۴۴۰ ھجری (۱۰۴۹ء) کو بیمار ہوئے۔ دس روز تک شدید بخار میں مبتلا رہنے کے بعد آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کو آپکی وصیت کے مطابق مشہد کی سرا میں دفن کیا گیا۔